

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برصغیر کی اسلامی تاریخ

سید جلال الدین عمری

ہمارے اس برصغیر کو اپنے رقبہ آبادی اور بعض دوسرے پہلوؤں سے بڑھیم کہنا شاید غلط نہ ہوگا۔ اس میں بھارت، پاکستان اور بنگلہ دیش کا اسلام سے اتنا گہرا اور مضبوط رشتہ ہے اور ان کے ایک ایک خط پر اس کے اتنے وسیع اور دور رس اثرات ہیں کہ ان سے صرف نظر کر کے برصغیر کی تاریخ کا مطالعہ نہیں کیا جاسکتا۔ پھر اس برصغیر نے اسلام کا جس بڑے پیمانہ پر استقبال کیا ہے اور اس کے ماننے والوں نے جو وسیع اور متنوع خدمات انجام دی ہیں وہ اسلامی تاریخ کا اتنا اہم اور نمایاں حصہ بن چکی ہیں کہ ان کو الگ کر دیا جائے تو اسلامی تاریخ بھی ادھوری اور نامکمل رہ جائے گی۔ اس طرح برصغیر کی اسلامی تاریخ کے مطالعہ کے بغیر صرف یہی نہیں کہ اس کی تاریخ کا حق ادا نہیں ہو سکتا بلکہ خود اسلامی تاریخ کا مطالعہ بھی ناقص اور نامکمل رہ جائے گا۔

برصغیر کی اسلامی تاریخ اپنے گونا گوں پہلو رکھتی ہے اور مختلف زاویوں سے اس کا تفصیلی جائزہ لینے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

صحیح رخ سے مطالعہ

سب سے پہلے تو یہ ضروری ہے کہ اس کا صحیح رخ سے مطالعہ کیا جائے غلط رخ سے مطالعہ ہوگا تو نتائج بھی غلط ہی اخذ کئے جائیں گے۔ آئیے ذرا دیکھیں کہ مطالعہ کا غلط رخ آدمی

۱۔ اس وقت برصغیر کے تین مالک، ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش ہیں۔

کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتا ہے۔

برصغیر اسلامی علوم کا ایک بڑا مرکز رہا ہے۔ اسلامی علوم میں معقولات اور مقولات دونوں شامل سمجھے جاتے ہیں۔ یہاں قرآن، حدیث، فقہ، سیرت، تاریخ اور ادب ہی پر نہیں منطق، فلسفہ، ریاضی اور طب وغیرہ پر جو کام ہوا اس نے ان علوم کو ایک عرصہ تک جب کہ وہ اسلامی ممالک میں رو بہ زوال تھے زندہ رکھا اور اسے آگے بڑھایا۔ اس سلسلے میں یہاں الہی علمی خدمات انجام پائیں کہ اسلامی دنیا انھیں نظر انداز نہیں کر سکتی۔ اس کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہاں جو علمی و فکری کوششیں ہوئیں ان میں سے بعض کتاب و سنت کے مطابق تھیں تو بعض پر ہندی اور عجمی فلسفہ کا اثر تھا۔ جب ان دونوں کے درمیان فرق نہیں کیا جاتا تو غلط سے غلط اور باطل سے باطل خیالات کو بھی جن کی اسلام صراحت کے ساتھ تردید کرتا ہے، اسلامی فلسفہ، قرار دے دیا جاتا ہے اور ان کے علم بردار اسلامی فلاسفہ اور حکماء تصور کئے جانے لگتے ہیں۔ اس لئے اس پورے علمی کام کا اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ لینا چاہئے کہ اس میں خالص اسلامی رنگ کس حد تک تھا اور کہاں یہ رنگ دھندلا پڑ گیا یا ختم ہو گیا اس کے بغیر ان کی اسلامی قدر و قیمت تعین نہیں ہو سکتی۔

جس طرح اسلام کے ماننے والوں سے فکری لٹریچر ہو سکتی ہیں اسی طرح ان سے سیرت و کردار اور عمل کی غلطیوں کا بھی امکان ہے۔ اسلام نے عبادات اور اخلاق سے لے کر معاشرت، تہذیب اور سیاست تک پوری زندگی کو ایک خاص رخ عطا کیا ہے۔ ضروری نہیں کہ اس کے ماننے والے اسی رخ پر چلیں۔ ان کی روش اس کے خلاف بھی ہو سکتی ہے۔ ان کے جس روئی کی اسلام تائید کرے بلاشبہ وہ تو اسلامی ہو گا لیکن جو رو یہ اسلام سے ہم آہنگ نہ ہو اور جسے اسلامی تعلیمات سد جو از نہ دے رہی ہوں اسے کسی طرح اسلام سے جوڑا نہیں جاسکتا۔ لیکن کبھی کبھی اسلام اور مسلمانوں کے عمل کو ایک سمجھ لیا جاتا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ مسلمانوں کا عمل آگے آگے اور اسلام پیچھے پیچھے چلنے لگتا ہے۔ یہ غلط انداز فکر ایک ایسے شخص کو عابد و زاہد بلکہ دلی قرار دے سکتا ہے جو عبادات کو سرے سے چھوڑ کر احوال و مقامات طے کر رہا ہو یا عبادت کے لئے جنگوں اور غاروں میں جا بیٹھا ہو۔ حالانکہ نہ ترک عبادت اسلام

ہے اور نگرگوثر گیری اور رہبانیت وہ دونوں کے خلاف ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ رقص و موسیقی کو اسلامی تہذیب کی حیثیت دے دی جاتی ہے اور خالص غیر اسلامی رسوم و رواج کو کبھی 'اسلامی معاشرت' کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے کہ جو فرد بھی اسلام کا نام لے وہ سیاسی، سماجی اور معاشرتی پہلو سے جتنا ممتاز ہے اسلام کا اتنا ہی بڑا نامزدہ بن جاتا ہے اور اس کے غلط فیصلے اور غلط اقدامات باسانی اسلام کی طرف منسوب کر دیئے جلتے ہیں۔ حالانکہ یہ بڑی نا انصافی اور عملی بددیانتی ہے کہ جن اعمال کے مٹانے کے لئے اسلام آیا ہے اور جن سے برأت کا وہ بار بار اعلان کرتا ہے انھیں اسلامی اعمال کی حیثیت سے پیش کیا جائے اور جو لوگ ان کا ارتکاب کریں وہ اسلام کے پیر سمجھے جائیں حقیقت یہ ہے کہ جو عمل اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کے مطابق اور ان کے قائم کردہ حدود میں ہو گا وہی اسلامی کہلائے گا اور اسلامی تاریخ کا جزو ہوگا اور جو ان حدود سے خارج ہوگا، اسے دنیا چاہے کوئی عظیم کا نام ہی کیوں نہ قرار دے اسے کسی طرح اسلامی نہیں کہا جاسکتا۔

اعتراضات اور غلط فہمیوں کا ازالہ

برصغیر کی اسلامی تاریخ کے بارے میں بڑی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے اس پر بعض شدید اعتراضات کئے جاتے ہیں انھیں دور ہونا چاہئے۔ اس کی وضاحت دو ایک مثالوں سے ہو سکتی ہے۔

۱۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام کو یہاں کی بہت بڑی آبادی نے قبول کیا۔ بعض خطے پورے کے پورے اس کے حلقہ بگوش ہو گئے اور جہاں یہ صورت پیدا نہیں ہوئی وہاں کی بھی قابل لحاظ آبادی نے اسے اپنالیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس طرح اسلام اپنی خوبوں کی وجہ سے نہیں پھیلا بلکہ مسلمانوں، خاص طور پر ان کے حکم رانوں کے جوہر و ظلم سے ڈر کر اسے اختیار کر لیا گیا۔ یہاں کی آبادی نے برضا و رغبت اسلام کو سینہ سے نہیں لگایا بلکہ جبر و تشدد کے ذریعہ اسے ان پر مسلط کیا گیا۔ مسلمانوں نے دوسرے مذاہب کے ماننے والوں پر اس قدر ظلم کیا کہ ان کے لئے اپنے مذاہب پر باقی رہنا مشکل ہو گیا۔ اس کے باوجود جنہوں نے بہت کی ان کے مذاہب اور

دھرم کو تخریص اور لالچ کے ذریعہ خرید لیا گیا۔ یہ اعتراض کئی وجوہ سے سراسر بے بنیاد اور غلط ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ اس بات کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں پیش کیا جاسکتا کہ مسلمانوں نے جبر و تشدد کے ذریعہ اسلام کے قبول کرنے پر کسی کو مجبور کیا ہو۔

دوسری بات یہ کہ اس اعتراض کو اگر صحیح مان لیا جائے تو اسلام کو صرف ان خطوں میں پھیلنا چاہیے جہاں مسلمان برسر اقتدار تھے اور ان علاقوں کے لوگوں کو اسے قبول نہیں کرنا چاہئے جہاں مسلمانوں کا اقتدار نہیں تھا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جس طرح شمالی بھارت نے اسے قبول کیا جہاں کہ مسلمانوں کی حکومت تھی اسی طرح کیرلا اور مشرقی ساحل کے علاقوں میں بھی وہ پھیلا۔ پھر ایک خاص بات یہ ہے کہ جو علاقے مسلم مرکزی حکومت سے جتنی دور تھے جیسے مغرب میں پنجاب اور مشرق میں بنگال اور آسام وہاں اسے اتنا ہی زیادہ فروغ ملا۔

تیسری بات یہ کہ یہ کہنا بھی سراسر زیادتی ہے کہ یہاں کے باشندوں کے لئے اسلام میں کوئی کشش نہیں تھی۔ بات دہی شخص کہہ سکتا ہے جو اس وقت کے برصغیر کے حالات اور اسلام دونوں ہی سے ناواقف ہو۔ اسلام نے توحید، آخرت، مسادات، تقویٰ و طہارت اور پاکیزہ اخلاق والوہار کا جو تصور پیش کیا اسے یہاں کی سسکتی، بلکتی اور طبقاتی کشمکش اور رسوم و رواج کی ماری ہوئی آبادی نے اپنے لئے آب حیات سمجھا۔ اسے اسلام کے سایہ عاطفت میں وہ سکون اور امن و امان ملا جس کی اسے تلاش تھی اور جس کے بغیر زندگی اس کے لئے وبال بنی ہوئی تھی۔

چوتھی بات یہ کہ اس اعتراض میں یہاں کے عالموں، صوفیوں، تاجروں اور خدا کے ان بہت سے نیک بندوں کی ان کوششوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے جو انھوں نے اسلام کی اشاعت کے سلسلہ میں انجام دیں۔ ان کے پاس نہ تو سیاسی طاقت تھی اور نہ تخریص اور لالچ کا سامان۔ البتہ ان کی زندگیوں میں اسلام کا نمونہ تھیں ان میں وہ مقناطیسیت تھی کہ جب وہ اسلام کو لے کر برصغیر کے ایک گوشہ میں پہنچے اور لوگوں نے ان کے اندر تقویٰ، اخلاق، مہمردی اور محبت کو دیکھا تو اس کی طرف بے اختیار کھینچ پڑے۔

پانچویں اور آخری بات یہ کہ انسان کو اپنا مذہب، جان، مال اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہوتا ہے اس کے لئے وہ ہر طرح کی قربانیاں دے سکتا ہے اور دیتا ہے۔ اگر ہم کسی فرد

کے بارے میں تھوڑی دیر کے لئے یہ تصور رکھیں کہ اس نے خوف یا لالچ کی بنا پر اپنا دھرم چھوڑ دیا تو برصغیر کی اتنی بڑی آبادی کے بارے میں یہ سوچ نہیں سکتے کہ اس نے کسی جمہوری میں اس طرح کا اقدام کیا ہوگا۔ یہ بات بھی بعید از قیاس ہے کہ کسی قوم کے مذہب کو زبردستی بدلا جائے اور وہ اس معاملہ میں کسی قسم کی مزاحمت اور کھمکش نہ کرے پھر اس سے بھی زیادہ ناممکن بات یہ ہے کہ جو لوگ اسی طرح اپنا دھرم بدلیں وہ اس نئے دین کے مخلص اور وفادار بن جائیں۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ برصغیر سے ایسے مخلص اور وفادار مسلمان ابھرے اور انھوں نے اسلام کی خاطر اتنی زبردست قربانیاں دیں کہ اسلامی تاریخ ان پر فخر کر سکتی ہے۔

ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ مسلمان غیر ملکی ہیں۔ انھوں نے اسے اپنا وطن نہیں سمجھا۔ چنانچہ ابھی تک وطن سے ان کے تعلق کو چیلنج کیا جاتا رہتا ہے۔ حالانکہ اگر مسلمانوں کو اس بنیاد پر غیر ملکی کہا جائے کہ وہ عرب یا ایران اور افغانستان سے آئے تھے تو ہندوستان کی آریں نسل کو بھی غیر ملکی ہی کہا جائے گا جو کہ وسط ایشیا سے آئے اور یہاں کی درادھین آبادی کو جو سوا کی طرف مڑھکیل کر خود آباد ہو گئے۔ لیکن اگر غیر ملکی اس معنی میں کہا جائے کہ مسلمانوں نے اس ملک کو اپنا وطن نہیں سمجھا اور دوسرے کسی ملک سے ان کی ذہنی وابستگی رہی تو یہی سراسر غلط ہے۔ اس لئے کہ مسلمانوں نے برصغیر کو اس طرح اپنا وطن بنایا کہ جن علاقوں سے وہ آئے تھے ان کی یاد بھی شاید ان کے ذہنوں سے نکل گئی اور بالآخر یہیں کی خاک کا پیوند ہو گئے۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ مسلمان حملہ آور ہیں۔ انھوں نے برصغیر کی دولت و ثروت کو لوٹنے کے لئے اس پر حملہ کئے، یہاں کی آبادی کا استحصال کیا اور اسے تاراج اور برباد کیا۔ حالانکہ اگر مسلمانوں کا مقصد لوٹ مار ہوتا تو انھیں یہاں کی دولت ان ممالک کے منتقل کرنی چاہئے تھی جہاں سے وہ آئے تھے۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ انھوں نے یہاں جو کچھ حاصل کیا اسے اسی سرزمین کی فلاح و بہبود پر صرف کیا۔ انگریزوں اور فرانسیسیوں کی طرح یہاں کی دولت سمیٹ کر نہیں لے گئے اور اسے برباد کر کے کسی دوسرے ملک کو ترقی نہیں دی۔

مسلمان حکمرانوں سے شکایت کی حقیقت

اسی ذیل میں مسلمانوں کے دور حکومت سے اور خاص طور پر مسلم حکمرانوں سے یہ

شکایت کی جاتی ہے کہ انھوں نے اپنے مذہب کے مخالفین کے ساتھ ظلم و زیادتی اور نا انصافی کی۔ اس سلسلہ میں بعض بڑی بھیانک کہانیاں بیان کی جاتی ہیں اور بعض اوقات اسے اسلام سے بھی جوڑ دیا جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین ہونی چاہئے کہ یہاں مسلمانوں کے دورِ حکومت میں اسلامی نقطہ نظر سے بہت سی خامیاں تھیں۔ یہاں کا سیاسی نظام کبھی خالص اسلامی نظام نہیں تھا۔ اس لئے اس کی کسی بھی غلطی کو اسلام کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ برصغیر کے مسلم حکم راں اسلام کے مکمل نمائندے نہیں تھے اور انھوں نے کبھی اس کا دعویٰ بھی نہیں کیا۔ ان میں اچھے برے ہر طرح کے حکم راں تھے۔ یہاں کے غیر مسلم حکم رانوں سے بھی ان کی تینگیں ہوئیں اور وہ آپس میں بھی برسرو پیکار رہے۔ انھوں نے اپنے سیاسی مصالح کے تحت ایسے اقدامات بھی کئے جنھیں ہم کسی طرح اسلامی نہیں کہہ سکتے۔

تیسری بات یہ کہ مسلم حکم رانوں کے ظلم و زیادتی کی جو داستانیں بیان کی جاتی ہیں ان کا تعلق زیادہ تر ان کے سیاسی حریفوں سے ہے اس سے قطع نظر کہ وہ مسلمان تھے یا غیر مسلم۔ درہنہ انھوں نے دیگر مذاہب کے ساتھ جو رد و اداری برتی اور ان کے ماننے والوں کے ساتھ جو ضمنی سلوک کیا اور انھیں جس طرح دولت اور جاگیروں سے نوازا اس کی مثالیں مشکل ہی سے کسی دوسری جگہ مل سکتی ہیں۔ اگر مسلم حکم رانوں کی سیاسی غلطیوں کو اسلام کی طرف زبردستی منسوب کیا جاسکتا ہے تو ہمیں فرانج دلی سے یہ بھی اعتراف کرنا چاہئے اور یہ اعتراف ایک حقیقت کا اعتراف ہوگا کہ ان میں جو خوبیاں تھیں وہ اسلام ہی کی بدولت تھیں۔ اسلام ان تمام خوبیوں کی ترغیب اور تعلیم دیتا ہے جو انسان کے لئے سربلندی اور افتخار کا ذریعہ ہیں اور ان تمام برائیوں سے روکتا ہے جو اس کے لئے باعثِ تنگ ہو سکتی ہیں۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسلم حکم رانوں میں جو خوبیاں تھیں وہ اسلام ہی نے پیدا کیں اور ان میں جو کم زوریاں تھیں وہ اسلام سے اخراجات کا نتیجہ تھیں۔

چوتھی بات یہ کہ جن حکم رانوں کی 'زیادتوں' کا اس قدر شکوہ یا چرچا کیا جاتا ہے اور جن کی بنیاد پر مسلمانوں ہی کو نہیں اسلام کو بھی لعنت طامت کا مستحق گردانا جاتا ہے۔ ان کی وجہ سے اس ملک کو محض روح اور ترقی نصیب ہوئی اس سے اس ملک کی تاریخ خالی نظر آتی ہے۔ انھوں نے

یہاں کی زراعت، صنعت، تجارت اور معیشت کو غیر مہول ترقی دی۔ زبردست رفاہی خدمات انجام دیں، مدارس، اشفا خانے، سڑکیں، قلعے اور سازنہ نے تعمیر کئے۔ اس کے ساتھ اس پورے علاقے کو پہلی مرتبہ سیاسی طور پر متحد و منظم کرنے کی کوشش کی اور اسے صاف ستھری تہذیب اور اعلیٰ تمدن عطا کیا۔ اس طرح مختلف پہلوؤں سے اس ملک کو آگے بڑھایا اور عروج پر پہنچایا۔ افسوس کہ مسلم حکمرانوں کی زیادتیوں کا ذکر کرنے والے ان احسانات کو بالکل بھول جاتے ہیں بلکہ ان کا تذکرہ بھی انھیں باگڑرتا ہے۔

بہر حال برصغیر کی مسلم تاریخ کلیدِ وہ پہلو ہے جس پر مزید تحقیق اور درصاحت کی ضرورت ہے۔

امت کے داخلی مسائل اور ان کے حل کی کوششیں

پوری دنیا کی تقریباً ایک چوتھائی مسلم آبادی برصغیر سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے بے شمار تعلیمی، معاشی، سیاسی، سماجی اور تہذیبی مسائل رہے ہیں۔ ان مسائل کو اس نے ہمیشہ اپنے داخلی مسائل سمجھا اور انھیں حل کرنے کی اپنی کوشش بھی کرتی رہی ہے۔ یہاں بعض کوششوں کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔

- ۱۔ اسلام نے زندگی کا ایک خاص تصور دیا ہے جو اپنے ماننے والوں کو انفرادیت عطا کرتا ہے۔ برصغیر کے مسلمان جب کبھی کسی غیر اسلامی فکر و فلسفے سے متاثر ہوئے یا ان کی تہذیب، معاشرت اور طریقوں میں غیر اسلامی عناصر داخل ہوئے تو اس کی اصلاح کی بھی سلسل کوششیں ہوتی ہیں۔
- ۲۔ یہاں ہر دور میں مسلمانوں کی تعلیم و تربیت اور ذہنی و فکری نشوونما کے لئے مکاتب و مدارس اور علمی و تحقیقی شعبے وجود میں آئے، سماجی فلاح و بہبود کے بہت سے کام ہوئے، تنظیم خانے، اسپتال، مسافر خانے اور اسی نوعیت کے رفاہی ادارے قائم ہوئے، صنعت و حرفت کے مراکز تشکیل پائے۔ یہ سب کام اتنے بڑے پیمانے پر ہوتے رہے ہیں کہ برصغیر کے مسلمانوں کی تاریخ کا نامیاں حصہ بن چکے ہیں۔

۳۔ برصغیر میں دعوت و تبلیغ کا کام بھی ہوتا رہا اور اس بات کی بھی کوشش ہوتی رہی کہ اللہ کا دین غالب آئے اور پوری زندگی اس کے تابع ہو جائے۔ اس کے لئے انفرادی طور پر بھی جدوجہد

کی گئی، انجمنیں، ادارے اور تنظیمیں بھی وجود میں آئیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ برصغیر کے مسلمانوں کے اندر ہونے والے ان تمام کاموں کا خالص اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ لیا جائے اور دیکھا جائے کہ یہ ٹھیک اسلامی خطوط پر پورے ہیں میں کہیں فکری و عملی انحراف بھی پایا گیا۔ پھر یہ کہ یہ سارے کام کن حالات میں انجام دیئے گئے، ان حالات میں وہ کس حد تک موزوں تھے اور ان کے کیا نتائج نکلے۔ اگر مطلوبہ نتائج نہیں نکل سکے تو اس کے کیا اسباب تھے؟ یہ جائزہ اس انداز سے ہونا چاہئے کہ وہ مستقبل کے لئے ایک نیا لائحہ عمل بن سکے۔

اس میں شک نہیں کہ برصغیر کی اسلامی تاریخ کے بعض پہلوؤں پر بڑا اچھا کام ہوا ہے، جو اپنی تلاش اور محنت کے لحاظ سے قابل قدر ہے لیکن اس پر بالعموم غیر اسلامی نقطہ نظر غالب ہے۔ جن لوگوں نے اسلامی نقطہ نظر سے یہ کام کیا ہے ان کے اندر ماضی کا تنقیدی جائزہ لینے کی محنت اور صلاحیت کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ برصغیر کی اسلامی تاریخ کا مطالعہ ابھی اس پہلو سے باقی ہے کہ اسلام جن فکر و عمل کو حق کہے اسے حق کہا جائے اور جس کو باطل کہے اسے باطل کہا جائے۔ غلط فہمیوں کو دور کیا جائے، اعتراضات کا جواب دیا جائے اس کے ساتھ کسی حقیقی کوتاہی کو تسلیم کرنے میں تامل بھی نہ کیا جائے۔

تصانیف مولانا اجمل الدین عمری	تصانیف مولانا صدر الدین اصلاحی
۳/- انسان اور اس کے مسائل	۱۵/- اسلام - ایک نظریں
۲/- مسلمان خواتین کی ذمہ داریاں	۸/- دین کا قرآنی تصور
۶/۵۰ معروف و منکر	۸/- فریضہ اقامت دین
۸/- اسلام کی دعوت	۵/- اسلام اور اجتماعیت
۶/۵۰ دولت میں خدا کا حق	۱۲/- اساس دین کی تعمیر

پتہ
مرکزی مکتبہ اسلامی - دہلی ۶